© rasailojaraid.com

عہد نبوی کے غزوات و سرایا اور ان کے مآخذ پر ایک نظر

(۸)

سعید احمد اکبر آبادی

روایات میں اضطراب اور ناہمواری کے اسباب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اصل حقیقت یہی ہے جو بیان کی گئی تو پھر آخر اس کے وجوہ و اسباب کیا ہیں کہ تمام مورخین و ارباب مغازی و سیر یہ لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج عن المدینہ کاروانِ ابوسفیان سے تعرض کرنے کے ارادہ سے تھا۔ اگرچہ روایات کی اس نوعیت پر گفتگو کا اصل موقع وہ ہوگا جب ہم مآخذ پر کلام کریں گے، تاہم موقع اور محل کی مناسبت سے مختصراً یہاں بھی چند معروضات پیش کر دینا بے محل نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں امور ذیل پر غور کرنا چاہیے۔

(۱) احادیث جن کا مرتبہ بہرحال مغازی و سیر کی روایات سے باعتبار استناد و ثقاہت بہت اونچا اور بلند ہے۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے، مولانا شبلی نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ "حضرت کعب بن مالک والی حدیث کے سوا اور کسی حدیث میں یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گذرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں قریش کے قافلۂ تجارت کے لوٹنے کے لئے نکلے تھے" (سیرت النبی ج ۱ ص ۳۵۰) ہم یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتے کیونکہ اس وقت حدیث کی سب کتابیں (جن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بعض حال کی مطبوعہ ہیں، مثلاً مصنف عبدالرزاق) ہمارے پاس موجود نہیں ہیں اور نہ ہم نے ان کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم شریف میں حضرت کعب بن مالک والی روایت جو صحیح بخاری میں غزوۂ بدر اور غزوۂ تبوک کے ذکر میں دو جگہ منقول ہے اس کے علاوہ کوئی اور روایت اس مضمون کی صحیحین میں یا بعض اور احادیث کی متداول کتابوں میں ہماری نظر سے نہیں گذری، اور حضرت کعب بن مالک کی روایت کا بھی مطلب کیا ہے؟ اسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

(۲) یہ معلوم ہے کہ محدثین نے مغازی کے ساتھ زیادہ اعتنا نہیں کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل کا قول مشہور ہی ہے کہ وہ ان کو ساقط الاعتبار قرار دیتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مغازی کے سلسلے میں جہاں کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا عمل کسی نے اگر بیان کیا ہے تو اس کی حیثیت چونکہ حدیث کی ہو جاتی تھی اس لئے محدثین نے اپنے اصول نقد و جرح پر اس کی جانچ پڑتال کر کے اسے قبول کیا یا رد کر دیا۔ اس کے علاوہ جو اور واقعات ہوتے تھے اسے لوگ اپنے مشاہدہ یا سمع کی بنا پر نقل کرتے تھے، اور چونکہ اس زمانہ واقعات کو عین موقع پر یا اس کے فوراً بعد قلمبند کرنے کا رواج نہیں تھا اس بنا پر ان واقعات کی حیثیت سنی سنائی اور بعض کے لئے دیکھی دکھائی باتوں کی ہوتی تھی،

(۳) جب کبھی کوئی اہم واقعہ پیش آتا ہے جس میں اشخاص و افراد کی بڑی تعداد شریک ہوتی ہے تو وہ خود یا دوسرے حضرات جب اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو اس میں چند نفسیاتی عوامل ہوتے ہیں جو غیر شعوری طور پر اس میں کام کرتے ہیں۔ اور یہ نفسیاتی عوامل اس درجہ قوی ہوتے ہیں کہ اگر ان کے زیر اثر کچھ لوگ خلاف واقعہ بھی کوئی بات نقل کر دیتے ہیں تو رفتہ رفتہ یہی بات تاریخ بن جاتی ہے، اور لوگ اسے ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت سے نقل کرنا شروع کر دیتے ہیں، چنانچہ ہمارے ملک میں بدقسمتی سے آئے دن فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ اصل واقعہ کیا ہوتا ہے اور فریقین کے لوگ اسے کس کس رنگ میں بیان کرتے ہیں، اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ میں واقعہ کے جن اجزا کی حیثیت درحقیقت ایک گپ یا افواہ کی ہوتی ہے کثرت نقل و روایت کے باعث وہ بھی سب کے نزدیک نہیں تو ایک فریق متعلق کے نزدیک یقیناً ایک تاریخی حقیقت ہوتے ہیں اور یہ لوگ اسے اسی طرح نقل کرتے ہیں، یہ سب کچھ نفسیاتی عوامل کی کرشمہ سازی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(۴) ان نفسیاتی عوامل میں سب سے زیادہ موثر چیز وہ ہوتی ہے جسے نفسیات کی اصطلاح میں انگریزی میں obsession of mind کہتے ہیں یا وہ چیز ہوتی ہے جسے Auto suggestion کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کسی واقعہ کے سلسلہ میں اس کے وقوع سے قبل کسی وجہ سے کوئی ایک خیال آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتا ہے، اب اس کے بعد واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو آپ اس کی روایت کرتے ہیں یا اُس سے کوئی اثر لیتے ہیں تو یہ دونوں آپ کے اسی خیال کے مطابق ہوتے ہیں جو آپ نے پہلے سے ہی دماغ میں قائم کر رکھا تھا، اگرچہ واقعہ کی اصل حقیقت اس سے جدا تھی مثلاً ابھی حال کا واقعہ ہے، جیساکہ برہان میں اس کا ذکر آچکا ہے، مجھے ۲ر فروری کو گوہاٹی کی ایک تقریب میں شامل ہونا تھا، اس سلسلہ میں ایک روز جناب محمد مسلم صاحب اڈیٹر روزنامۂ دعوت دہلی نے فون پر مجھ سے کہا کہ آپ کے سفر گوہاٹی کے موقع پر آسام کی جماعت اسلامی آپ کو استقبالیہ دینا چاہتی ہے، ازراہ کرم اسے منظور کر لیجئے، میں نے پوچھا کب؟ انھوں نے تو غالباً ۳ر فروری ہی کہا ہوگا، مگر میں نے ۴ر فروری سنا۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ اس گفتگو کے چند روز کے بعد آسام کی جماعت اسلامی کا بھی باقاعدہ دعوت نامہ آگیا اور اس میں صاف طور پر ۳ر فروری کی تاریخ لکھی تھی، لیکن چونکہ میرے دماغ پر ۴ر فروری کی تاریخ مسلط تھی اس لئے میں نے ۳ر کو ۴ر ہی پڑھا اور اسی تاثر کے ساتھ گوہاٹی گیا۔ وہاں جب معلوم ہوا کہ استقبالیہ ۴ر کو نہیں ۳ر کو ہے تو میں نے پوچھا کیا آپ نے تاریخ بدل دی ہے؟ ان حضرات نے فرمایا: جی نہیں! یہ تاریخ وہی ہے جس کا ذکر مسلم صاحب نے فون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر کیا تھا اور دعوت نامہ میں بھی یہی تاریخ درج تھی، گھر واپس آکر میں نے یہ دعوت نامہ دوبارہ پڑھا تو اُس میں بجائے ۱۳ کے ۳ فروری کی ہی تاریخ لکھی تھی۔

Auto Suggestion کی ایک دلچسپ مثال سنئے! قیام کلکتہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ وطن آیا ہوا تھا، جب واپس پہونچا تو کلکتہ کے مشہور روز نامۂ امروز کا ایک پرانا پرچہ میری میز پر رکھا ہوا تھا۔ میں اسے اٹھا کر پڑھنے لگا تو یہ دیکھکر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اُس میں سیرت النبی کے ایک مقامی جلسہ کی روداد چھپی تھی اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ۔آخر میں سعید احمد اکبرآبادی پرنسپل کلکتہ مدرسہ کی تقریر ہوئی اور انھوں نے یہ کہا وہ کہا اور خوب کہا چند روز کے بعد امروز کے اڈیٹر سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: بھئی! آپ بھی کمال کرتے ہیں اس دن میں سرے سے کلکتہ میں موجود ہی نہیں تھا اور اس کے باوجود آپ نے یہ چھاپ دیا کہ میں نے اس روز کے جلسہ میں تقریر کی ہے۔یہ سن کر موصوف نے حسب عادت ایک زور کا قہقہہ لگایا اور بولے: اصل بات یہ ہے کہ اُس جلسہ میں نہ میں گیا اور نہ اخبار کا کوئی اور رپورٹر گیا۔ لیکن خبر دینا ضروری تھا اور جلسہ کے اشتہار میں آپ کا نام دیا ہوا تھا اور پھر مجھے یہ معلوم تھا کہ (۱) آپ ہمیشہ آخر میں تقریر کرتے ہیں (۲) تقریر اچھی کرتے ہیں اور (۳) یہ بھی معلوم تھا کہ سیرت کی تقریروں میں آپ کیا کہتے ہیں! ان مفروضات کی بنا پر آپ کے متعلق میں نے وہ خبر تصنیف کرلی اور اخبار میں دے دی۔

(۵) یہ نفسیاتی عوامل ہر انسان میں غیر شعوری یا نیم شعوری طور پر کام کرتے ہیں، کسی راوی کا ثقہ اور معتبر ہونا اُن کے منافی نہیں ہے، احادیث کی روایات میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے ہوگیا اور رخصتی کے بعد حضرت علی ان کو لیکر کاشانۂ نبوت سے روانہ ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: "تم ذرا میرا انتظار کرنا" تھوڑی دیر کے بعد آپ پہونچ گئے، دولھا اور دلہن دونوں کو برکت دی اور تلقین خیر سے نوازا۔ اسی اثنا میں آپ کو گھر میں ایک انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سایہ نظر آیا، آپ نے پوچھا "کون ہیں" معلوم ہوا کہ اسماء بنت عمیس ہیں جو حضرت فاطمہ کی دلجوئی کے خیال سے ساتھ چلی آئی تھیں، حضور اس سے بہت مسرور ہوئے اور اُن کو دعائیں دیں، اس روایت میں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ راوی نے ان خاتون کا نام اسماء بتایا ہے لیکن جیسا کہ حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ میں لکھا ہے حضرت اسماء ان دنوں میں مدینہ میں سرے سے موجود ہی نہ تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ میں مقیم تھیں، راوی کو دراصل مغالطہ اس سے ہوا کہ عمیس کی دو صاحبزادیاں تھیں ایک جو بڑی تھیں اُن کا نام اسماء تھا اور چھوٹی صاحبزادی کا نام سلمیٰ تھا۔ لیکن چونکہ زیادہ مشہور بڑی بہن ہیں اور زیادہ تر روایات میں نام انھیں کا آتا ہے اس بنا پر راوی نے جب یہ سنا کہ عمیس کی صاحبزادی وہاں موجود تھیں تو لاشعوری طور پر اس کا ذہن حضرت اسماء کی طرف منتقل ہو گیا اور اپنی طرف سے روایت میں اس کا اضافہ کر کے اسے آگے بڑھا دیا۔ یا اصل مروی عنہ نے نام حضرت سلمیٰ کا ہی لیا ہوگا لیکن راوی کے دماغ میں حضرت اسماء کا نام ایسا رچا بسا تھا کہ جب اس نے روایت کی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بجائے سلمیٰ بنت عمیس کے اسماء کا نام نکل گیا۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ کسی واقعہ کو آنکھ بند کر کے محض اس لئے قبول کر لینا کہ کسی نے اس کو بیان کیا ہے یا وہ کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے شیوۂ مردانگی اور طریقہ علم و تحقیق نہیں، بلکہ اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ واقعہ کب پیش آیا، کہاں پیش آیا، کس کس نے اسے دیکھا، یہ دیکھنے والے کس مشرب اور خیال کے لوگ تھے، ان کی عقل اور ان کی قوتِ اظہار مافی الضمیر کا کیا حال ہے، جس شخص کی نسبت وہ واقعہ اور جس زمان و مکان اور جس ماحول میں اس کا وقوع بیان کیا جاتا ہے وہ عقلاً، عرفاً یا عادتاً ممکن بھی ہے یا نہیں اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں محتاط رہنے کی تاکید کی اور فرمایا ہے:

وکفیٰ بالمرءِ کذباً ان یحدث بکل ماسمع — ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے نقل کر دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن افسوس ہے ہمارے راویوں نے ان اصول تنقید اور اس فرمان نبوی کا لحاظ کم رکھا ہے یہاں تک کہ بعض کتب حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی زندگی سے متعلق چند ایسی باتیں ملتی ہیں جن کی نسبت ایک شخص قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ آپ کی طرف اُن کا انتساب ناممکن ہے۔

اب ان اصول کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ چونکہ کاروان ابوسفیان کا مدینہ میں بہت دنوں سے چرچا تھا اور وہ دماغوں پر چھایا ہوا تھا اور یہ طے تھا کہ وہ ادھر سے واپسی میں گذرے گا تو اس سے تعرض کیا جائے گا، اس فضا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکر قریش کے مکہ سے روانگی کی اطلاع ملتی ہے تو (حدیث کعب بن مالک کے مطابق) اس معاملہ میں حسب عادت توریہ سے کام لیتے ہیں مگر ساتھ ہی صحابۂ کرام سے مشورہ اور ان سے گفتگو کے بعد آپ ادبدا کے روانگی کا حکم دے دیتے ہیں، اس بنا پر عموماً obsession of mind کے باعث اندرونی اور بیرونی طور پر محسوس یہی ہوتا تھا کہ مدینہ سے روانگی کا مقصد کاروان ابوسفیان کو جالینا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو چیزیں ایک لشکر کا مظہر اور علامت ہوسکتی تھیں وہ بھی اسی عام احساس اور مفروضہ کے قالب میں ڈھلتی چلی گئیں فلا عجب ولا غرابۃ فیہا خاص اس ایک مسئلہ پر گفتگو ذرا طویل ہوگئی، لیکن حکایت لذیذ ہوتی ہے تو اس کا بیان دراز تر ہوجاتا ہے، اسی طرح درد دل کو سنانے کا موقع مل جاتا ہے تو کہانی خود بخود پھیلتی جاتی ہے

بدر

اب جب کہ جنگ شروع ہونے والی ہے آپ بدر کا نقشہ ذہن میں محفوظ کرلیجئے، اس سلسلہ میں قدیم وجدید مورخین نے بہت کچھ لکھا ہے، لیکن ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابل اعتماد ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بیان ہے جنھوں نے خود وہاں جاکر تاریخ وجغرافیہ کی کتابوں کی روشنی میں اس پورے علاقہ کی پیمائش (Survey) کیا اور غزوہ کے سلسلہ کے ایک ایک جزئی واقعہ کا محل وقوع متعین کیا، کتاب کا یہ پورا باب بیحد دلچسپ اور بصیرت افروز ہے، ہم یہاں موقع کی مناسبت سے اس کا صرف ایک ٹکڑا نقل کرتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"بدر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے، کوئی ۵½ میل لمبا اور تقریباً چار میل چوڑا، اطراف میں بلند پہاڑ ہیں، مکہ، شام اور مدینہ جانے کے راستے جو وادیوں میں سے گذرتے ہیں یہیں ملتے ہیں، ترکی دور میں شریف عبدالمطلب نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا، اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے، یہ میدان سنگلاخ یا ریتیلا ہے، مگر جنوب مغربی حصہ کی زمین نرم ہے، جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تو یہ مقام جہاں قریش کا پڑاؤ تھا دلدل بن گیا تھا۔ مگر اب یہاں سرسبز نخلستان ہے، بدر کے اطراف میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصوں کے مختلف نام ہیں، ان میں دور دور تک سفید ریت کے تودے نظر آتے ہیں، آج بھی ان سفید پہاڑیوں میں سے ایک کا نام العدوۃ الدنیا اور دوسری کا نام العدوۃ القصوی ہے، ان دونوں کے درمیان جو بہت اونچا پہاڑ ہے اسے اب جبل اسفل کہتے ہیں، کیونکہ اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے اور ابوسفیان کا قافلہ راستہ کترا کر ساحل کے کنارے کنارے نکل گیا تھا۔" (عہد نبوی کے میدان جنگ)

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، لشکر اسلام کا پڑاؤ العدوۃ الدنیا پر تھا، لیکن جنگی نقطہ نظر سے یہ مقام موزوں نہیں تھا، اس لئے حضرت حباب بن منذر کے مشورہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام سے آگے بڑھکر اس جگہ پر پڑاؤ ڈالا جو آج کل بدر کی موجودہ آبادی میں مسجد عریش[1] کے ارد گرد ہے یہاں ایک چشمہ تھا[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] اس مسجد کو عریش کہنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ ٹھیک اس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جھونپڑی (عریش) بنائی گئی تھی، یہ ایک پہاڑی پر واقع ہے اور یہاں سے پورا میدان جنگ نظر آتا تھا، اگرچہ اب اس کے ارد گرد نخلستانوں کے باعث وہ نظر نہیں آتا۔ [2] یہ چشمہ اب بھی ہے اور اس کا پانی مسجد عریش اور ایک اور مسجد کے صحن سے گذرتا ہے اور اسی سے وضو کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس چشمہ پر قبضہ کر لیا اور حکم دیا کہ ایک بڑا حوض بنا کر اس چشمہ کا پانی جمع کر لیا جائے تاکہ مویشیوں کے کام آئے اور ایک لشکر کی ضرورتیں اس سے پوری ہوں، صحابہ کرام نے اس میدان میں ایک بلند مقام پر آپ کے لئے ایک جھونپڑی بھی بنائی جسے عربی میں عریش یا عریشہ کہتے ہیں، پھر اس کی حفاظت کے لئے ایک دستہ جو انصار کے چند نوجوانوں پر مشتمل تھا قیام گاہ نبوی کے لئے مقرر ہوا حضرت سعد بن معاذ اس دستہ کے امیر تھے، علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق آپ کی معیت میں تھے اور ساتھ ہی ایک سانڈنی متعین کر دی گئی تاکہ حضور کو کہیں جانا ہو یا مدینہ کوئی خبر پہونچانی ہو تو اس سے کوئی کام لیا جائے، اسی سلسلہ میں حضور نے گھوم پھر کر پورے میدان کا جائزہ لیا اور فرماتے رہے کہ اس جگہ قریش کا فلاں سردار اور اس جگہ فلاں سردار مارا جائے گا۔

(صحیح بخاری غزوۂ بدر)

قریش کی حرکت

اب لشکر قریش نے بھی حرکت کی اور اس نے العدوۃ القصویٰ سے روانہ ہو کر لشکر اسلام کے سامنے اپنی پوزیشن سنبھال لی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فخر اور گھمنڈ کے ساتھ اتراتے ہوئے آتے دیکھا تو دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے اور کمال عجز و نیاز مندی کی ایک ادائے والہانہ کے ساتھ فتح و کامرانی کی دعا کی اور پھر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: فتح نہ کثرتِ تعداد پر موقوف ہے اور نہ ساز و سامان کی بہتات پر! فتح کا دار و مدار صبر و استقامت پر ہے، اس کے بعد آپ نے صحابہ کو صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔ اِدھر یہ ہو رہا تھا اور اُدھر قریش نے ایک شخص عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ وہ اسلامی لشکر کا ایک جائزہ لے کر آئے، اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک چکر لگایا اور بتایا کہ ان کی تعداد تو تین سو کے لگ بھگ ہے، لیکن اے قریش! میں نے تمہارے مقابلہ میں ایک ایسی قوم دیکھی ہے جن کے پاس تلواروں کے سوا کچھ نہیں ہے، لیکن اُن کے عزم کا یہ عالم ہے کہ جب تک تم میں سے ایک شخص کو اُن کا ایک شخص ختم نہیں کر دے گا وہ نہیں مرے گا۔ تو اب بتاؤ! اس کے بعد زندگی کا کیا لطف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقی رہ جاتا ہے، اب جو تمھاری رائے ہو۔

قریش میں اختلاف رائے

عمیر بن وہب الجمحی کی اس تقریر کے بعد قریش میں پھوٹ پڑ گئی۔ عتبہ بن ربیعہ اور حکیم بن حزام دونوں جنگ کے مخالف ہو گئے، اول الذکر نہایت با اثر شخص تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور مجمع کو خطاب کر کے بولا: "لوگو! تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کر کے کیا ملے گا؟ اگر تم کو فتح ہو بھی گئی تو کس کام کی؟ ہم میں سے ہر شخص دیکھے گا کہ اُس کا قریبی عزیز اُس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے، اور اگر کامیابی اُن لوگوں کو حاصل ہوئی تب بھی یہی ہوگا! اس لئے بہتر یہ ہے کہ لوٹ چلو اور محمد اور باقی عرب کے درمیان حائل نہ ہو۔" ابوجہل نے یہ سنا تو حسب عادت سخت برہم ہوا۔ عمرو بن الحضرمی (جو سریۂ عبداللہ بن جحش کے ہاتھوں قتل ہوا تھا) کے بھائی عامر بن الحضرمی کو ورغلا کر بولا: دیکھتے ہو! ٹھیک اس وقت جب کہ تمھارے بھائی کے خون کا بدلہ آنکھوں کے سامنے ہے تمھارا حلیف عتبہ لوٹ جانا چاہتا ہے، اٹھو! اور اپنے بھائی کا قصاص طلب کرو، عامر نے جب یہ سنا تو عرب کے قاعدہ کے مطابق کپڑے پھاڑ کر ہائے عمر ہائے عمر چیخنا شروع کر دیا۔ مجمع میں اس سے آگ لگ گئی اور لڑائی کا جوش و خروش از سر نو پیدا ہو گیا، ابوجہل نے عتبہ کو بھی بزدلی اور پست ہمتی کا طعنہ دیا تھا۔ عتبہ اس پر بگڑ گیا اور بولا کہ اچھا! اگر یہی ہے تو میدان جنگ گرم ہونے دو پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ بزدل اور نامرد کون ہے؟ تم یا میں! یہ کہکر اٹھا۔ سر سے کپڑا لپیٹا اور ہتھیار سج سجا جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔

ابوجہل اور اخنس کی گفتگو

اس موقع پر بعض مورخین نے یہ واقعہ بھی لکھا کہ اخنس بن شریق جو اپنے قبیلہ بنو زہرہ کے لوگوں کے ساتھ لشکر سے الگ ہو کر درمیان راہ سے واپس ہو گیا تھا۔ وہاں موقع پر پھر ابوجہل سے ملا اور اس سے کہا: "ابو الحکم! (ابوجہل کی اصل کنیت) کیا تم سمجھتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ بولتے ہیں؟" ابوجہل نے جواب دیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کے بارے میں کذب بیانی کریں، جب کہ ہم نے ان کا نام امین رکھ چھوڑا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ بنو عبد مناف میں سقایت، رفادہ حجابت اور مشورہ (خانہ کعبہ اور مکہ سے متعلق اہم اور معزز عہدے) تو پہلے ہی سے موجود تھے، اب اگر نبوت بھی ان میں چلی گئی تو پھر ہمارے لئے کیا رہے گا؟

لشکر اسلام کی ترتیب، صف بندی اور اس کو ہدایات

اس سے قطع نظر کہ کس نے کس واقعہ کو کہاں لکھا ہے، مندرجۂ بالا واقعات کی ترتیب کافی غور وخوض کے بعد ہلدی اپنی قائم کی ہوئی ہے، ہمارے نزدیک یہ واقعات روز پنجشنبہ ۱۶ رمضان المبارک ۲ھ کے ہیں، اب درمیان میں صرف ایک شب باقی تھی، اگلا دن معرکۂ کارزار کے گرم ہونے کا تھا۔ جامع ترمذی کی ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تقسیم شب میں ہی کرلی تھی، چنانچہ مہاجروں کا علم حضرت مصعب بن عمیر کو، خزرج کا علم حضرت حباب بن منذر کو اور اوس کا حضرت سعد بن معاذ کو عطا ہوا[1]، اس طرح فوج تین حصوں میں تقسیم کی گئی، رات کا ایک معتدبہ حصہ آپ نے تسبیح وتہلیل میں بسر کیا۔ دوسرے دن یعنی بروز جمعہ ۱۷ رمضان کو علی الصباح آپ نے لشکر کی صف بندی کی اس کے بعد ایک چھڑی دست مبارک میں لئے ہوئے ان صفوں کا جائزہ لیا۔ حکم یہ تھا کہ سب لوگ سروقامت ایک دوسرے کے ساتھ کاندھے سے کاندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوں، کوئی شخص نہ صف سے آگے ہو اور نہ پیچھے۔

عورتوں کی شرکت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کی خدمت کے لئے رضاکار خواتین کا ایک دستہ بھی مقرر فرمایا تھا۔ اس دستہ کے فرائض یہ تھے کہ سپاہیوں کو پانی پلائیں، دشمن فوج کے جو افراد قتل ہوں یا زخموں کی تاب نہ لاکر گر پڑیں ان کے ہتھیار، نیزہ یا تلوار وغیرہ جمع کرکے مسلمان قدر اندازوں کے حوالہ کریں اور مسلمان زخمیوں

---

[1] مگر یہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جیسا کہ ابھی گذرا حضرت سعد بن معاذ اس دستہ کے امیر تھے جو قیام گاہ نبوی کی پہرہ داری کررہا تھا۔

© rasailojaraid.com

کی مرہم پٹی کریں۔[1]

ہدایات

صف بندی ہو چکی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ہدایات دیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان صف بندی کو نہ توڑیں، لڑائی کا اُس وقت تک آغاز نہ کریں جب تک دشمن پہل نہ کرے، دشمن دور ہو تو تیر چلا کر اسے ضائع نہ کریں، ہاں البتہ دشمن آکر گھیرے تو تیروں سے اس کا مقابلہ کریں، نزدیک آجائے تو پتھر ماریں اور بالکل آمنا سامنا ہو تو نیزے چلائیں۔[2]

صحابہ کا جذبۂ فداکاری وشوقِ شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہدایات کے ساتھ ایک پرزور و ولولہ انگیز خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس میں آپ نے صحابۂ کرام کو جہاد کی اہمیت وفضیلت یاد دلائی اور فرمایا: "قسم ہے اُس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، آج جو شخص صبر واستقامت کے ساتھ محض حسبۃً لِلّٰہ آگے بڑھ کر جنگ کرے گا اور پشت نہیں دکھائے گا جنت بے شبہ اس کا مقدر ہوگی"۔ عمیر بن الحمام جو انصاری تھے اس وقت صف میں کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جن کے کھانے کا وہ ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اب حضور کا یہ ارشاد سنا تو کھجوریں پھینکدیں، تلوار اٹھائی اور صف سے نکل دشمن کی صفوں میں والہانہ گھستے چلے گئے، اور شہید ہو گئے، کہتے ہیں غزوۂ بدر میں سب سے پہلے جس نے جام شہادت نوش کیا وہ یہی تھے، بعض حضرات حضرت عمرؓ کے غلام حضرت مہجع کو اس معرکہ کا پہلا شہید بتاتے ہیں۔

دیوانگیٔ عشق

اسی موقع پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ جب حضورؐ گھوم پھر کر لشکر کی صف بندی کرا رہے تھے آپ نے ایک شخص سواد بن غزیہ کو صف سے باہر دیکھا تو اپنی چھڑی اُس کے پیٹ میں چبھوتے ہوئے فرمایا: "سواد! سیدھے کھڑے ہو"۔ سواد نے حکم کی تعمیل تو کی مگر ساتھ ہی احتجاج کے لہجہ میں بولے: "یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو حق اورعدل کے

---

[1] صحیح بخاری [2] واقدی بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔

© rasailojaraid.com

ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اور آپ نے مجکو تکلیف پہونچائی ہے، اس لئے میں آپ سے بدلہ لینا چاہتا ہوں" حضورؐ نے فرمایا: اچھا! اس کے بعد فوراً کرتہ اٹھایا اور ارشاد کیا: لو تم مجھ سے اپنا بدلہ لو۔ اب سواد نے شکم مبارک کے پے درپے بوسے لئے اور الگ ہوگئے۔ حضور نے پوچھا: یہ کیا؟ سواد نے جواب دیا: "حضور! آپ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ سر پر آکھڑی ہے معلوم نہیں میرا کیا انجام ہو! اس لئے میری تمنا ہوئی کہ اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو زندگی میں آپ سے میرا آخری سابقہ یہ ہو کہ میری جلد آپ کی جلد سے شرف اندوز و شادکام ہم آغوشی ہو۔" اللہ اکبر! یہ کمال عشق و محبت! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو دعائیں دیں۔ اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا:

سر کٹ کے گرے ان کے قدم پر دمِ آخر
یوں حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا!!

دو فریق متحارب

اس وقت دو لشکر ایک دوسرے کے ساتھ صف بستہ کھڑے تھے، ایک وہ تھا جس کو اپنی طاقت و قوت، مال و متاع پر گھمنڈ تھا، جس نے باطل پرستی کے زعم میں کلمۂ حق سننے سے انکار کر دیا تھا جو خاندانی وقار (Prestige) اور قبائلی عظمت کی حفاظت کے لئے سربکف میدان جنگ میں آیا تھا۔ جو اللہ رب السمٰوات والارض کے بجائے لات وہبل کا پرستار تھا اور جس نے سچائی، عدل و انصاف اور انسانیت کے اقدارِ عالیہ سے بغاوت کر کے اباطیل و اکاذیب، اوہام و خرافات اور رذائلِ اخلاق و اعمال کے ساتھ پیمان و عہد وفا استوار کر رکھا تھا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا لشکر کھڑا تھا جسے جنگی اصطلاح میں نہتا کہنا چاہیئے، اس کے پاس لے دے کے دو گھوڑے تھے اور وہ بھی بغیر زین کے، تلواریں تھیں تو نیام سے محروم، نیزے تھے مگر ڈھال نہ تھی، تیر و کمان تھے مگر خود و مغفر نہ تھے، علم تھے بوق و طبل کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر لشکر میں ایک خاصی تعداد اُن لوگوں کی تھی جو ابھی دو برس پہلے لٹ کھسٹ اور اپنے وطن سے اُجڑ کر اِدھر آئے تھے اور باقی جو تھے وہ زراعت پیشہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ اس لئے ان کی بے سروسامانی ظاہر ہے، لیکن ان کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کامل تھا، حیات مستعار کے عیش و آرام اور دنیا کے مستلذات اور مشتہیات سے انھوں نے صرف نظر کر کے اپنی زندگیاں اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اقامت دین کے لئے وقف کر دی تھیں، یہ حق و صداقت کے داعی ومناد اور اقدارِ عالیہ کے علمبردار تھے، یہ انسانیت کی آبرو اور مجد و شرفِ آدمیت کے لعل شب تاب تھے، دولتِ ایمان ولیقین اور توکل علی اللہ ان کا سب سے بڑا اثاثہ اور صاحب ملکوت وجبروت کا وعدۂ فتح ونصرت ان کی خود اعتمادی کا واحد سہارا تھا۔

جب سے انسان عالم وجود میں آیا ہے چشم روزگار نے حق وباطل کے ہزاروں معرکے دیکھے ہیں، لیکن یہ معرکہ سب سے نرالا اور انوکھا تھا، کیونکہ تاریخ انسانی میں یہ پہلا موقع تھا جب کہ ایک پیغمبر برحق جو رحمتِ عالم بن کر آیا تھا وہ "الحق یعلو و لا یُعلیٰ" کی حقیقت کو ثبت کرنے اور اس بات کا سبق دینے کہ کوئی تحریک، خواہ کیسی ہی اعلیٰ اقدار حیات پر مبنی ہو، فطرت انسانی کے پیش نظر، جنگ کے بغیر عظیم، عالمگیر اور موثر انقلاب پیدا نہیں کر سکتی، خود شمشیر بکف میدان جنگ میں آگیا اور اپنے بے سروسامان ساتھیوں کی ایک جماعت کو ایک طاقتور اور صاحب جاہ وحشم فوج کے مقابلہ میں لاکھڑا کر دیا تھا۔ اس لئے طبل جنگ پر تھاپ پڑنے کا وقت آیا تو کائنات عالم کا ذرہ ذرہ دم بخود ہوگیا۔ وقت کے مورخ نے قلم سنبھالا۔ پردہ نشینانِ حریم قدس کی ٹکٹکی بندھ گئی، سیارگانِ فلک نے اپنی آنکھیں بدر کے میدان پر گاڑ دیں، نبضِ دوراں رک گئی، گردش لیل ونہار ٹھٹک کے رہ گئی، یہ سب کچھ تھا مگر حسنِ ازل تبسم زیرِلب تھا اور غیب سے آواز آرہی تھی:

حدیث حسن ومشتاقی درون پردہ پنہاں بود
برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز برصحرا

(نظیری)

© rasailojaraid.com